ڈاکٹر یاسمین کوثر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونی ورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ
ڈاکٹر ارم صبا
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اقبالیات، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور
ڈاکٹر صنم شاکر
صدر شعبہ اردو اینڈ اقبالیات، اسلامیہ یونی ورسٹی، رحیم یار خان کیمپس۔

علامہ اقبال اور عرب (ترجمہ نگاری کے تناظر میں)

Dr. Yasmeen Kauser
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Sialkot, Sialkot.
Dr. Irum Saba
Assistant Professor, Department of Iqbaliat, Islamia University, Bahawalpur.
Dr Sanam shakir
Head department of Urdu & Iqbaliat, Islamia University Rahim Yar Khan Campus.

Allama Iqbal and Arabs (Translation's Perspective)

Allama Muhammad Iqbal's fame is not only limited to the sub-continent, but he was respected as a philosopher poet all over the world. In this regard, many scholars translated Iqbal's works into major languages of the world. Iqbal believed translation is not an easy task to completely adapt a work of art into another language. Dr. Nicholson was the first foreigner who translated "Israr-e-Khudi" into English. This was the beginning of Kalam e Iqbal's formal translations, and it continues till today. Iqbal's writings have been translated is Arabic. In 1931, Iqbal stayed in Egypt for a while, a meeting was held in his honor, in which Abdul Wahab Azzam introduced him to the audience. Iqbal emphasized on learning Urdu language and Arabic translations of his works so that the Arab people could be familiar with Iqbal's message. Abdul Wahab Azzam and Hassan-ul-Azmi introduced Iqbal to the Arab world. The Arabic

translators of Iqbal include Hussain Mujib al-Masri, Abbas Mahmoud al-Akkad, Sawi Ali Sholan, Samir Abdul Hameed Ibrahim, Zia al-Hasan Mousavi, Umar Bahalamiri (Syria), Amira Nuruddin (Baghdad), Amin Zubiri (Yemen), Muhammad Saeed Jamaluddin, Maulana Abul Hasan Nadwi, Dr. Taha Hussain, etc. are worth mentioning. The efforts of the scholars of Egypt in the field of translation of Iqbaliyat in Arabic are commendable. According to Dr. Najib Jamal, "Transferring all of Iqbal's works in eloquent Arabic is a part of the understanding of Egyptian scholars". In the article under review, Iqbali translations in Arabic language will be reviewed.

Key Words: *Allama Iqbal, Iqbal Shanasi, Kalam e Iqbal, Arabic Translations, Egyptian Iqbal Scholars, Arabs.*

علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) کی شہرت صرف برصغیر تک محدود نہیں بلکہ پوری دنیا میں ان کی دھوم ہے، جس کا آغاز ان کی حیات میں ہو چکا تھا۔ اس سلسلے میں بہت سے لوگوں نے اقبال کی تحریروں کو دنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں میں ترجمہ کر لیا ہے۔ اقبال کا ترجمہ نگاری کے بارے میں یہ خیال تھا کہ کسی فن پارے کو کامل صورت میں دوسری زبان میں ڈھالنا کوئی آسان کام نہیں ہے اس لیے وہ ترجمہ نگاری پر زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔ ان کی حیات میں کلام اقبال کا سب سے پہلا انگریزی ترجمہ "اسرار خودی" کا " The Secret of the Self" (۱۹۲۰ء، لندن) کے نام سے ڈاکٹر آر اے نکلسن (۱۸ اگست ۱۸۶۸ء-۲۷ اگست ۱۹۴۵ء) نے کیا۔[1] یہاں سے کلام اقبال کی ترجمہ نگاری کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ یہ ایسا سلسلہ چلا جو آج تک جاری و ساری ہے۔

عربی میں اقبال شناسی کی ایک طویل روایت ملتی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربوں کی اقبال سے ایک خاص دلی محبت رہی ہے۔ اسی لیے انھوں نے عربی تراجم کے ذریعے اقبال کو نہ صرف سمجھنے کی کوشش کی بلکہ اسے یونی ورسٹی کی سطح پر تحقیق و تنقید کے ذریعے فروغ بھی دیا۔ اس کی تفصیل جاننے سے پہلے مختصر طور پر یہ دیکھتے ہیں کہ اقبال نے اپنے کلام میں عرب اور عربوں سے اپنی محبت کا اظہار کس طرح کیا؟ یہ حقیقت ہے کہ سرزمین عرب سے محبت کرنے والوں میں اقبال کا نام سرفہرست ہے۔ اللہ نے بھی اسلام کے ظہور کے لیے سرزمینِ عرب کا انتخاب کیا۔ اقبال دینِ اسلام کے زبردست داعی تھے اور ان کے سامنے عرب کی تہذیب مثالی تھی۔

اقبال عربی زبان اتنی اچھی طرح جانتے تھے کہ جب اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے انگلستان گئے تو اس قیام کے دوران ان کے استاد ڈاکٹر تھامس واکر آرنلڈ (۱۸۶۴ء- ۱۹۳۰ء) کچھ دن رخصت پر چلے گئے تو ان کی جگہ کچھ دن اقبال کو عربی پڑھانے کی ذمہ داری سونپی گئی جسے انھوں نے بڑے احسن انداز سے انجام دیا۔[۲]

اقبال نے اپنے کلام میں عرب، عربی زبان اور عربی تہذیب کی عظمت کو دیگر الحادی تہذیبوں اور خاص طور پر مغربی تہذیب پر فوقیت دی۔ ڈاکٹر زاہد منیر عامر (۱۸جولائی ۱۹۶۶ء) لکھتے ہیں:

> "عالمِ عرب کے حوالے سے اقبال کے خیالات و افکار کی تین سطحیں ہیں۔ پہلی سطح غایت درجہ اعتراف دوسری تبصرے و تجزیے اور تیسری عالم عرب کے نام پیغام۔ وہ عرب اس کی تہذیب و تمدن اور تاریخ کو آئیڈیلائز کرتے ہیں اور اپنے قاری کو عرب کی طرف رجوع کا مشورہ دیتے ہیں۔"[۳]

علامہ نے مسلم دنیا کے مسائل میں فلسطین کے مسئلے کو ملت اسلامیہ کا ایک اہم مسئلہ سمجھا کیونکہ اس دور میں فلسطین عملی طور پر برطانیہ کے زیر تسلط آچکا تھا، اورانھوں نے اپنا قبضہ مضبوط کرنے کے لیے یہاں یہودیوں کو زبردستی آباد کیا، جس سے عالم اسلام کے جذبات کو ٹھیس پہنچی۔ اقبال تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے ۱۹۳۳ء میں لندن گئے تو عالمی برادری کی مسئلہ فلسطین کو حل کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی گئی۔[۴] اقبال اپنے اس دکھ کو اس طرح پیش کرتے ہیں:

ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا [۵]

دگر بدشتِ عرب خیمہ زن کہ بزمِ عجم
مئے گزشتہ وجامِ شکستنی دارد [۶]

(ترجمہ: ایک بار پھر دشت عرب میں خیمہ زن ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ بزمِ عجم کے پاس ٹوٹے ہوئے جام اور بیتی ہوئی شراب کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔)

اقبال نے جہاں جہاں عربوں کا ذکر کیا ہے اس میں ایک خاص جوش نظر آتا ہے۔ اس محبت کی ایک نسبت یہ بھی ہے کہ ان کی محبوب ہستی حضورؐ نے اس صحرائی زمین پر اسلام کا نور پھیلایا۔ ۱۹۰۵ء میں جب اقبال اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے انگلستان بحری جہاز کے ذریعے جارہے تھے تو ان کا جہاز عدن کے ساحلوں پر کچھ دیر رکا

تو اقبال، ابنِ انشا (۱۵جون ۱۹۲۷ء- ۱۸ جنوری ۱۹۷۸ء) مدیر "وطن" کے نام ایک خط میں اپنے دلی جذبات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

"اب ساحل قریب آتا ہے اور چند گھنٹوں میں ہمارا جہاز عدن جا پہنچے گا۔ ساحلِ عرب کے تصور نے جو ذوق وشوق اس وقت دل میں پیدا کر دیا ہے، اس کی داستان کیا عرض کروں بس دل یہی چاہتا ہے کہ زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کروں۔۔۔ اے عرب کی مقدس سر زمین! تجھ کو مبارک ہو، تو ایک پتھر تھی جس کو دنیا کے معماروں نے رد کر دیا تھا مگر ایک یتیم بچے نے خدا جانے تجھ پر کیا افسوں پڑھ دیا کہ موجودہ دنیا کی تہذیب وتمدن کی بنیاد تجھ پر رکھی گئی۔۔۔ تیرے ریگستانوں نے ہزاروں مقدس نقشِ قدم دیکھے ہیں اور تیری کھجوروں کے سائے نے ہزاروں ولیوں اور سلیمانوں کو تمازتِ آفتاب سے محفوظ رکھا ہے"(۷)

اقبال عرب کی عظیم تاریخ کو یاد کر کے افسردہ بھی ہوئے اور اپنے دلی جذبات کا اظہار نظم "صقلیہ" میں تحریر کیا۔(۸) دراصل اقبال کے دور میں عربوں کے حالات زیادہ اچھے نہ تھے۔ اقبال نے اپنی کئی نظموں میں عرب کے روشن مستقبل کی بھی نوید سنائی اور خود کو عجمی ہونے کے باوجود عرب سے جوڑتے ہوئے حوصلہ بڑھاتے ہیں کہ ہم مشکل گھڑی میں عربوں کے ساتھ ہیں:

عجمی خم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری! (۹)

اگر اقبال نے اپنی شاعری میں عربوں سے محبت کا اظہار کیا تو عربوں نے بھی ان سے اپنی چاہت کا اظہار کئی طرح سے کیا جس کی تفصیل آگے آئے گی، علامہ کی تحریروں کے تراجم جن بڑی عالمی زبانوں میں ہوئے ان میں ایک عربی زبان بھی ہے۔ علامہ کی دلی خواہش تھی کہ ان کے کلام کا عربی ترجمہ ہو تا کہ عرب کے لوگ بھی ان کی فکر اور پیغام سے روشناس ہو سکیں۔

اقبال ۱۹۳۱ء میں موتمر عالم اسلامی میں شرکت کے لیے جاتے ہوئے مصر بھی تھوڑی دیر رکے تو ان کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں عبدالوہاب عزام (۱۷۰۳ء-۷۹۲ا ء) نے حاضرین محفل کے ساتھ اقبال

کا تعارف کروایا۔ اقبال نے اردو زبان سیکھنے اور اپنی تصانیف کے عربی تراجم پر زور دیا تاکہ عربی لوگ پیغام اقبال سے واقف ہو سکیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (۹ فروری ۱۹۴۰ء) لکھتے ہیں:

"عربوں سے علامہ اقبال کا اولین براہِ راست رابطہ ۱۹۳۱ء میں ہوا۔ دوسری گول میز کانفرنس (لندن) میں شرکت کے بعد علامہ اٹلی سے ہوتے ہوئے یکم دسمبر کو اسکندریہ پہنچے مصر میں پانچ روزہ قیام کے دوران میں انھوں نے بعض تاریخی مقامات دیکھے متعدد استقبالیہ جلسوں میں شرکت کی اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے عرب اکابر سے ملاقاتیں ہوئیں اور تبادلہ خیال کا موقع ملا۔ عرب اہلِ علم ،صحافی، دانشور اور سیاست دان پہلی بار براہِ راست شاعرِ مشرق کے خیالات سے متعارف ہوئے۔ یہ واقعہ مصر (اور عرب ممالک) میں اقبال شناسی کا نقطہ آغاز تھا۔"(۱۰)

مذکورہ بالا دورے کے بعد اقبال فلسطین میں بیت المقدس میں موتمر عالم اسلامی میں شریک ہوئے اس کانفرنس میں علامہ کی ملاقات عراق، شام، اردن، مراکش، حجاز کے مندوبین سے بھی ہوئی۔ اقبال کی عربوں کے ساتھ یہ ایک اہم ملاقات تھی۔

عبدالوہاب عزام وہ واحد عرب کے بلند پایہ محقق، عالم، ادیب اور شاعر تھے جنھوں نے اقبال کو تراجم کے ذریعے عرب دنیا سے متعارف کروایا۔ انھیں اقبال سے ملنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ان کی ایک انفرادیت یہ بھی تھی کہ انھوں نے ترکی کے جید عالم محمد عاکف کے ساتھ مل کر اقبال کو سمجھنے کی کوشش کی۔(۱۱) عبدالوہاب عزام کا تعلق مصر کے ایک علمی گھرانے سے تھا۔ وہ مصر کی جامعہ الازہر کے فارغ التحصیل سکالر تھے۔ جس دور میں وہ لندن قیام پذیر تھے تو ان دنوں اقبال کے نام سے متعارف ہوئے۔ مغرب کے اخبارات ورسائل میں اقبال کی شہرت سنی تو مزید جاننے کا اشتیاق ہوا اور "پیامِ مشرق" کا نسخہ محمد عاکف (۲۰ دسمبر ۱۸۷۳ء-۲۷ دسمبر ۱۹۳۶ء) کے ذریعے انھیں عاریتاً ملا جسے انھوں نے محمد عاکف کے ساتھ مل کر پڑھا جس سے وہ اتنے متاثر ہوئے کہ اقبال کے عاشق ہو گئے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ظہور احمد اظہر لکھتے ہیں:

"'پیام مشرق' کا یہ نسخہ یقیناً اقبالیات کے نوادرات میں شمار ہونے کے قابل ہے کیونکہ یہ نسخہ افغانستان میں ترکی کے سفیر نے شاعرِ اسلام محمد عاکف کو بطور ہدیہ عقیدت ارسال کیا تھا جو بلا شبہ ایک شاعرِ اسلام کا کلام ہونے کی حیثیت سے دوسرے شاعرِ

اسلام کے لیے ایک بیش بہا تحفے سے کم نہیں تھا۔ پھر اس نسخے کے حواشی پر کئی مقامات پر محمد عاکف مرحوم نے داد و تحسین کے کلمات بھی ثبت کیے تھے جنھیں عزام بجا طور پر 'شاعری کے مقاماتِ سجود' سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ یہ کتاب ایک ایسی مستعار کتاب تھی جسے کبھی واپس نہ مانگا گیا، اس لیے عزام نے خود بھی حواشی پر مقاماتِ سجود کی نشان دہی کی ہے اور ترجمے کے دوران میں بھی یہی نسخہ استعمال کیا ہے (عزام نے یہ سب باتیں 'پیامِ مشرق' کے عربی ترجمے کے مقدمے کے علاوہ کئی دوسری جگہ مفصل طور پر لکھی ہیں) اور وہ یہ بات بڑے فخر سے دہراتے ہیں کہ یہ نسخہ مجھے دو باتوں کی ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا؛ ایک تو شعر اقبال کے واسطے سے اقبال سے روحانی ملاقات کی اور دوسرے اپنے مخلص دوست اور شاعرِ اسلام محمد عاکف مرحوم کی۔" (۱۲)

عزام نے فکرِ اقبال کو عربی تراجم کے ذریعے عرب تک پھیلانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اس لحاظ سے ان کی خدمات کو کسی صورت فراموش نہیں کیا جا سکتا۔۔ڈاکٹر شفیق عجمی کتاب "نقوش اقبال" کے مقدمہ نویس رشید احمد صدیقی (۱۸۹۴ء-۱۹۷۷ء) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یہ اقبال کی خوش نصیبی تھی کہ انھیں عزام سا ترجمان ملا، اقبال کی روح ان کی اس محنت و محبت سے یقیناً بہت مسرور ہو رہی ہو گی۔" (۱۳)

اقبال ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے تو عرب میں بھی اس کا دکھ محسوس کیا گیا اور بیت المقدس میں ایک تعزیتی جلسے کا اہتمام کیا گیا اس میں تقریر کرنے کے لیے عبدالوہاب عزام کو مصر سے دعوت دی گئی۔ جس میں انھوں نے اقبال کی شخصیت اور فکر و فن اور ان کے پیغام کو پیش کیا جو اسلام اور ملت اسلامیہ کے لیے تھا۔ مصر میں بھی تعزیتی مجالس کا انعقاد کیا گیا۔ (۱۴)

جب عبد الوہاب عزام (۱۷۰۳ء-۱۷۹۲ء) انگلستان سے واپس مصر آئے تو پاکستان، یمن اور سعودی عرب میں بحیثیت سفیر کام کیا۔ خاص طور پر پاکستان میں قیام کے دوران انھوں نے اقبال پر ترجمہ نگاری کے حوالے سے خوب کام کیا اور عرب دنیا کو اقبال کے فکر و فن سے نہ صرف روشناس کروایا بلکہ عربی کو پرانے انداز فکر و فن سے نکال کر جدید اور نئی راہوں پر لگانے کی ترغیب دی۔ ان کی اپنی شاعری میں بھی اقبال کے اثرات نظر آتے ہیں۔ مارچ ۱۹۴۷ء میں عبدالوہاب عزام دہلی میں ایشیائی تعلقات کی کانفرنس میں مصری حکومت کی طرف سے

شرکت کے لیے آئے تو ایک عاشق اقبال ان کے مزار پر حاضری کے بغیر کیسے واپس جا سکتا تھا۔ چنانچہ وہ مزار اقبال پر حاضر ہوئے، جس میں انھوں نے گلہائے عقیدت کے طور پر اپنا کلام پیش کیا۔ حکومت کی طرف سے ان مہمانوں کو اقبال کی کتب اور خصوصی تحائف دیے گئے۔ (۱۵)

عبدالوہاب عزام نے اقبالیات میں ترجمہ نگاری میں "پیام مشرق"(۱۹۸۱ء ، اقبال اکادمی پاکستان)"اللمعات "(اقبال کے سات سو اشعار کے منظوم عربی تراجم)"،"لدیوان ضرب کلیم" ،"محمد اقبال: سیرت وفلسفہ وشعرہ"،"الترجمتہ العربیتہ المنظومتہ لدیوان الاسرار والرموز"،"اقبال فی مسجدِ قرطبہ"،"فلسفہ اقبال ،فلسفہ اسلامیہ اساسہاالقرآن"،"مقطوعاتِ شعریتہ،دکتور محمد اقبال "(قطعاتِ اقبال کا منظوم عربی ترجمہ) کتب تحریر کیں۔ (۱۶) عبدالوہاب عزام کی اقبال کے فکر و فن پر کتاب"محمد اقبال حیات شخصیت فکر و فلسفہ "(قاہرہ ۱۹۵۴ء)بہت مقبول ہوئی۔اقبال اکادمی پاکستان نے اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا ۲۰۱۲ء میں پاکستانی ایڈیشن شائع کیا۔

نامور اقبال شناس ابوالحسن علی ندوی (۲۴نومبر ۱۹۱۴ء- ۳۱دسمبر ۱۹۹۹ء)اور مولانا مسعود عالم ندوی (۱۹۱۰ء- ۱۹۵۴ء)دونوں لکھنؤ کے ہم جماعت دوست تھے جنھوں نے اقبالیات کو عرب میں فروغ دیا۔مولانا ابوالحسن علی ندوی کی اقبال سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔انھوں نے اقبال پر ایک بہترین عربی کتاب "روائع اقبال "(اردو ترجمہ "نقوشِ اقبال") تحریر کی۔ایک عربی عالم علی طنطاوی (۱۹۰۹ء- ۱۹۹۹ء)نے مولانا کو عرب ممالک میں اقبال کو متعارف کروانے کے کام پر مائل کرنے کے لیے مجلہ "المسلمون" میں ان کے نام ایک کھلا خط لکھا۔انھی تقاضوں پر مولانا نے اقبال سے متعلق مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا جو اس کتاب کی زینت ہیں۔ (۱۷)

"نقوش اقبال" کے دیباچہ میں مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں کہ یہ ایسے مقالات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے زیادہ تر عرب کے نوجوان،فضلا اور اقبال کے نادیدہ قدر دانوں کے لیے لکھے جو عربی کے سوا کوئی اور زبان نہیں جانتے۔دراصل وہ عرب میں اقبال کو روشناس کروانا چاہتے تھے۔"نقوش اقبال" کے آغاز میں مبصرین عبدالماجد دریابادی(۱۶مارچ ۱۸۹۲ء-۶جنوری۱۹۷۷ء)،ماہر القادری(۳۰جولائی۱۹۰۷ء-۱۲مئی۱۹۷۸ء)،مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (۱۹۰۳ء- ۱۳دسمبر ۱۹۷۴ء)کی تعریفی آرا دی گئی ہیں جو مختلف رسائل میں شائع ہوئیں۔ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں کہ اس کتاب کی تعریف جسٹس جاوید اقبال نے اس طرح کی:

"آپ نے فکر اقبال کے مختلف پہلوؤں کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے، جیسے اغلباً اقبال محسوس کرتے یا چاہتے تھے۔" (۱۸)

رشید احمد صدیقی دیباچہ میں ابو الحسن ندوی سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اقبال کے سارے کلام کو عربی میں ترجمہ کریں کیونکہ انھیں عربی اور علوم اسلامیہ پر دسترس ہے اور ممالک عربیہ میں ان کا ایک خاص مقام بھی ہے اور ان کی بات کو حیثیت بھی دی جاتی ہے۔ (۱۹) "روائع اقبال" نے عرب ممالک میں اقبالیاتی کتب میں بہت مقبولیت حاصل کی اور اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔

مولانا مسعود عالم ندوی کی اقبال کے ساتھ مراسلت رہی۔ انھوں نے اقبال کے فکر و فن پر عربی میں مضامین لکھے جو مختلف عرب علاقوں مثلاً قاہرہ اور بیروت وغیرہ سے شائع ہوئے۔ ان کو زندگی نے زیادہ مہلت نہ دی لیکن ان کے دوست ابو الحسن ندوی نے ان کے ادھورے کام کو مکمل کیا اور اقبال کو عرب دنیا میں خوب متعارف کرایا۔

مصر کے ایک اور معروف و مشہور دانشور، ادیب، محقق اور مترجم نابینا شاعر صاوی علی شعلان نے کلام اقبال کو منظوم صورت میں ترجمہ کیا۔ انھوں نے عرب میں کلام اقبال کا ترجمہ لوگوں کو سنا کر ان کی فکر اور پیغام کو مقبولیت دی اور عربوں میں کلام اقبال سے مستفید ہونے کا ذوق پیدا کیا۔ صاوی علی شعلان نے "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" کا ترجمہ "حدیث الروح" کے نام سے کیا جسے بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ عرب کی مشہور گلوکارہ امِ کلثوم نے اسے اپنی سریلی آواز میں گایا جو عوام میں بہت مقبول ہوا۔ ۱۹۷۰ء میں پاکستانی حکومت نے صاوی علی شعلان کو ایک سال کے لیے تعلیمی معاہدے پر پاکستان بلایا۔ یہاں آکر انھوں نے ترجمہ نگاری میں خوب محنت کی اور کلام اقبال کے تراجم کا مجموعہ "ایوانِ اقبال" کے نام سے مرتب کیا جسے اقبال کے صد سالہ جشن ولادت کے موقع پر سفارت خانہ پاکستان کے تعاون سے شائع کیا گیا۔ ان کے عربی تراجم طبع زاد معلوم ہوتے ہیں حسن الاعظمی (۱۹۱۸ء) اور عبد الباری انجم نے صاوی علی شعلان کو اردو سے عربی ترجمہ کرنے میں مدد کی۔ (۲۰)

الصاوی علی شعلان نے محمد حسن الاعظمی کے اشتراک سے "فلسفہ اقبال و الثقافۃ والاسلامیۃ فی الھند والباکستان" کے زیر عنوان کتاب لکھی۔ اس کے علاوہ الصاوی علی شعلان کی اقبالیات میں عربی ترجمہ نگاری کی جن کتب کو خوب داد ملی۔ ان میں "الاعلام الخمسۃ للشعر الاسلامی: العطار، رومی، السعدی، حالی، اقبال" (اردو فارسی اشعار کا ترجمہ)، "امم الشرق۔۔ للعلامۃ محمد اقبال" (مثنوی "پس چہ باید کرد" کا منظوم عربی ترجمہ بشمول منثور عربی ترجمہ از

ڈاکٹر محمود احمد غازی)، "الترجمہ العربیتہ المنظومتہ قصیدہ "طلوع اسلام"، شاعرِ پاکستان الدکتور محمد اقبال"، "مختارات من شعر اقبال" (اقبال کی چند نظموں کے عربی تراجم)، "ایوانِ اقبال، مختارات من شعرہ" (اقبال کے منتخب اشعار کا منظوم عربی ترجمہ مع نثری ترجمہ از محمد احمد غازی)، "الحیات والموت فی فلسفہ اقبال" (عربی ترجمہ نظم و نثر بہ اشتراک محمد حسن الاعظمی) شامل ہیں۔[۲۱] "انشودۃ الاسلامیہ لاستاذ العلامہ الدکتور اقبال لاہوری" کے عنوان سے منتخب کلام کا تین لوگوں نے فارسی، اردو اور عربی ترجمہ کیا۔ اس کا نثری ترجمہ حسن الاعظمی نے کیا اور نظم میں ترجمہ صاوی علی شعلان نے کیا اور فارسی نظم و نثر کا ترجمہ سید محمد علی صغیر نے کیا۔[۲۲]

عربی میں اقبالیات پر جن لوگوں نے ترجمہ نگاری کے حوالے سے کام کیا ان میں ڈاکٹر حسین مجیب المصری (م ۲۰۰۴ء) کی "ہدیتہ الحجاز"، "اقبال والقرآن"، "روضتہ الاسرار"، "اقبال والعالم العربی" کتب بھی اقبالیات میں ایک اہم اضافہ ہیں۔ "ہدیتہ الحجاز" "ارمغان حجاز" کا منظوم ترجمہ ۱۹۷۵ء میں کیا ہے۔ "فی السما" کے نام سے ڈاکٹر حسین مجیب المصری نے ۱۹۷۳ء میں "جاوید نامہ" کا مکمل منظوم ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ سمیر عبدالحمید ابراہیم نے "ارمغان حجاز" کا نثری ترجمہ مع حواشی "اقبال و دیوان ارمغان حجاز، عصرہ، فکرہ، ادبہ" کے نام سے تراجم کیے۔ محمد السعید جمال الدین نے "رسالہ الخلود او جاوید نامہ" اور عباس محمود نے اقبال کے خطبے "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" کا عربی ترجمہ "تجدید التفکیر الدینی فی الاسلام" کے نام سے کیا۔[۲۳]

"محمد اقبال" کے نام سے ڈاکٹر احمد معوض، عبداللطیف الجوہری اور ڈاکٹر خالد عباس الاسری کی کتب مشہور ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل کی کتاب "نظریات جدیدہ فی شعر اقبال" اقبالیاتی ادب میں ایک مفید اضافہ ہے۔[۲۴] "اقبال" نامی کتاب بھی قاہرہ سے ۱۹۵٦ء میں شائع ہوئی، جس پر مرتب کا نام نہیں لکھا۔ اس میں مختلف مصنفین کے اقبال پر مضامین ہیں۔ عربی ترجمہ میں "ذکریٰ محمد اقبال" کتاب دمشق سے اور ڈاکٹر حمید مجید ھدو کی "اقبال: الشاعر والفیلسوف والانسان" نجف سے شائع ہوئی۔ "شاعر الاسلام اقبال" سفارت خانہ پاکستان (جدہ) سے شائع ہوئی جس میں ۲۴ مارچ ۱۹۵۷ء کے یومِ اقبال پر پڑھے گئے مقالات شامل کیے گئے۔ ڈاکٹر نجیب الکلیانی نے "اقبال، شاعر الثائر" (اقبال، شاعر انقلاب) ۱۹۵۹ء میں بیروت سے شائع کی۔[۲۵]

سعودی عرب میں بھی ایک کثیر تعداد میں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش سے روزگار کے سلسلے میں وہاں جا کر آباد ہو گئے۔ یہاں اردو اور اقبالیات کا فروغ ان اداروں کے ذریعے ہوا جن کی سرپرستی پاکستانی کرتے ہیں۔ ان میں پاکستان ایمبیسی کے سکول

اور کالج نمایاں ہیں۔ان میں یوم اقبال اور دیگر قومی دنوں پر مہمان بلائے جاتے ہیں جو ان ادبی محفلوں میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔بزم اقبال (ریاض) بہت پرانی بزم ہے جس کا آغاز بشیر احمد عابد نے کیا کچھ عرصہ محمد حنیف شاہد (یکم جنوری ۱۹۳۹ء-۱۱ فروری ۲۰۱۸ء) بھی اس کے صدر رہے۔انجمن ثقافت پاکستان (پاکستان کلچرل گروپ) سعودی عرب ریاض کی ایک انجمن ہے۔جس کا مقصد پاکستانیوں اور عربوں میں اردو اور اقبال جیسی عظیم شخصیت کو متعارف کروانا ہے۔اس کے تحت ہر سال یوم اقبال بھی اہتمام سے منایا جاتا ہے۔ جدہ میں حلقہ ارباب ذوق اردو ادب اور اقبالیات کو فروغ دے رہا ہے۔(۲۶)

سعودی عرب کی ام القریٰ یونی ورسٹی (مکہ) سے "علامہ اقبال اور مغربی تہذیب" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کیا گیا۔ اس کے علاوہ پاکستانی سفارت خانے سے اقبال کے فکر و فن سے متعلق تعارفی کتابچے شائع ہوتے رہتے ہیں۔اس طرح کی ادبی کاوشوں کی اشد ضرورت ہے تاکہ عالمی سطح پر اقبالیات کو فروغ دیا جاسکے۔(۲۷)

انٹرنیشنل اقبال ایوارڈ کمیٹی (جدہ) ۱۹۸۶ء میں بیرسٹر رشید شیخ کی کاوشوں سے بنی۔اس کمیٹی کا مقصد یہ تھا کہ اقبال کی فکر اور پیغام کی اشاعت کی جائے اور اسے عربی اہلِ قلم تک پہنچایا جائے۔اس ادارے کی طرف سے پہلا اقبال ایوارڈ محقق محمد ابنِ خلیل عرب شکیب مرحوم کو ان کی اقبالیاتی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے دیا گیا۔ اقبالیات کے فروغ کے لیے قائم ہونے والا ایک اور ادارہ اقبال سٹڈی سرکل (جدہ) ہے۔اس ادارے کا مقصد بھی عرب لوگوں کی اقبال کے فکر و فن سے آشنائی کروانا ہے۔(۲۸)

شام میں ڈاکٹر احسان حقی نے اردو اور اقبالیات کو فروغ دیا۔جب وہ ہندوستان گئے تو مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں فرانسیسی پڑھاتے رہے۔اسی دوران ان کو علامہ اقبال سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا اور ادارہ معارف اسلامیہ کے ممبر کی حیثیت سے کام بھی کیا۔انھیں پاکستان سے خاص محبت تھی اور اردو پر بھی عبور رکھتے تھے۔دمشق میں سفارت خانہ میں قائم مرکز اقبال الثقافی سے دو ماہی مجلہ "الثقافہ الباکستانیہ" جاری ہوا جس میں اردو ادب، ترجمہ نگاری اور کلام اقبال کے تراجم شائع ہوتے تھے۔اس کے علاوہ مرکز سے اردو کتب کے تراجم کے علاوہ اقبال کا مجموعہ کلام "بال جبریل" کا ترجمہ شائع ہوا۔اس طرح کلام اقبال کے تراجم کے ذریعے اقبال کی فکر اور پیغام کو عام کرنے کی کوشش کی گئی۔(۲۹)

پاکستانی سفارت خانہ اور وزارت ثقافت کے تعاون سے نومبر ۱۹۸۵ء میں ایک اقبال کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں شام کے مشہور دانشور، مصنفین، شعرا اور اساتذہ نے شرکت کی۔جنھوں نے اقبال کے فکر و فن پر مقالات

پیش کر کے اقبال سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔اس کانفرنس کے مقالات ۱۹۸۶ء میں "ندا اقبال" کے نام سے شائع ہوئے۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے اس مجموعے میں شامل مقالات میں سے چند میں اقبال سے متعلق ناقص معلومات کی نشان دہی کی ہے جس کی وجہ مقالہ نگاروں کی اقبال سے متعلق کم علمی ہو سکتی ہے مثلاً اقبال جب یورپ سے واپس آئے تو انھیں حکومت کی طرف سے بڑے عہدے کی پیش کش کی گئی۔اقبال کے چند اشعار کے مفاہیم کی غلط تفہیم و تشریح وغیرہ جیسے تسامحات نظر آتے ہیں۔دمشق سے اقبال کی سوانح، فکر و فن اور کلام کے انتخاب سے متعلق ایک انتخاب "اقبال انتھالوجی" کے نام سے پاکستانی سفارت خانے کے تعاون سے شائع کیا گیا۔ (۳۰)

کتاب "اقبال والازھر" کے مؤلفین سید حازم محمد احمد محفوظ اور نبیلہ اسحاق ہیں جنھوں نے اس کتاب میں اقبال کی جامعہ الازہر سے دلچسپی اور اقبالیات کی ترقی و فروغ میں کردار کو واضح کیا ہے۔اقبال کے جامعہ الازہر کے علما کے نام خطوط بھی دیے ہیں۔اس کے علاوہ اقبال پر مصر کے ادبا و شعرا کی تحریری کاوشیں اور اساتذہ جامعات مصر کی اقبال کے فکر و فن پر لکھی گئی تقریباً پچاس کتب، چودہ تحقیقی مقالات اور تراجم کی تفصیلات دی گئی ہیں۔کتاب کے مؤلفین لکھتے ہیں کہ جو بھی ایک بار اقبال کے اشعار کو پڑھ لیتا ہے وہ پھر اس کے اثر سے باہر نہیں آسکتا۔ (۳۱)

مذکورہ بالا مباحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عربی میں اقبالیات کو تحقیق اور ترجمہ نگاری کے میدان میں فروغ دینے میں اہل مصر کی کاوشیں قابلِ ستائش ہیں۔عرب میں اقبال کو متعارف کروانے والوں میں بھی مصر کے عبدالوہاب عزام جیسے لوگ سرِ فہرست نظر آتے ہیں۔انھوں نے اپنے شاگردوں کے ذریعے کلام اقبال کے تراجم کا سلسلہ عرب میں وسیع کیا۔جو ان کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور اسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔عبدالوہاب عزام کے علاوہ بھی مصری دانشور، علما اور اہلِ قلم نے اقبال کی فکر اور پیغام کو فروغ دیا۔ان سب عربی تراجم میں صاوی شعلان کے تراجم کو عوام میں بہت پذیرائی ملی کیونکہ ان میں طبع زاد تراجم کی خصوصیات پائی جاتی تھیں۔

پروفیسر محمد منور مرزا (۲۳ مارچ ۱۹۲۷ء- ۷ فروری ۲۰۰۰ء) جب مصر ایک اقبالی وفد کے ساتھ دورے پر گئے تو وہاں کا احوال لکھتے ہیں کہ وفد کا بڑی گرم جوشی سے مصریوں نے استقبال کیا اور اقبالیاتی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا پاکستان اور مصر کا اسلام کے بعد سب سے مضبوط رشتہ اقبال کے حوالے سے نظر آیا۔وہ مزید لکھتے ہیں کہ مجھے یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ مصر کے لوگ اقبال سے اتنی عقیدت رکھتے ہیں کہ چند لوگوں نے اپنے بچوں کے نام "محمد اقبال" رکھے ہوئے تھے۔ (۳۲)

عصر حاضر میں الازہر یونی ورسٹی قاہرہ کے صدر شعبہ اردو اور مصر کے نامور محقق، نقاد اور سکالر ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم (۳۱دسمبر ۱۹۶۲ء) کی اردو اور اقبالیات سے دلی محبت اور ان کے فروغ کے لیے شبانہ روز کاوشیں قابلِ تحسین ہیں۔ وہ اقبالیات کے مختلف موضوعات پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح کے تحقیقی مقالات پر کام کروا رہے ہیں۔ ہر سال یوم اقبال پر سیمی نار اور کانفرنسوں کا انعقاد کروایا جاتا ہے۔ انھی خوبیوں کے پیشِ نظر ماہرِ اقبالیات ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بھی اقبال کے مصری مترجمین اور اہلِ قلم کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

> "اہلِ مصر عربوں سے علامہ اقبال کے اولین رابطے کا ذریعہ بنے دنیائے عرب میں مصر علمی اعتبار سے فائق و برتر رہا۔ اقبال شناسی کے پہلے دور میں بھی مصری مصنفین پیش پیش نظر آتے ہیں۔۔۔ کلام اقبال کے تقریباً سارے ہی عربی تراجم مصری مترجمین کی کاوشوں کے مرہونِ منت ہیں۔ صاوی شعلان نے متفرق کلام کے منظوم ترجمے کیے جو اقبال کے جملہ عربی تراجم میں غالباً سب سے زیادہ خوب صورت اور دل کش ترجمے ہیں۔"(۳۳)

یہ حقیقت ہے کہ اقبال کا مصر کی جامعہ الازہر سے سو سال سے بھی پرانا تعلق ہے۔ اسی حوالے سے اہلِ مصر کی اقبالیات سے دلی محبت اور اس کے فروغ میں ان کے کردار کو ڈاکٹر نجیب جمال نے بھی ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

> "اقبال کی شاعری کے افق در افق پھیلے ہوئے سفر کی روداد بہت طویل ہے۔ دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں اقبال کی شاعری کے تراجم اس بات کی دلیل ہیں کہ اقبال کا پیغام حقیقتاً نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر اور چناب وسندھ کی وادی تک خونِ مسلم کو گرما رہا ہے اور اس آگ کی لپٹ بڑھتی جاتی ہے، تاہم ناسپاس گزاری ہو گی اگر اس حقیقت کا برملا اظہار نہ کیا جائے کہ اقبال کے پیغام کو پوری عرب دنیا میں متعارف کرنے کا سہرا دانش ورانِ مصر کے سر ہے۔ اقبال کے تمام کلام کو فصیح و بلیغ عربی میں بدرجہ کمال فن منتقل کرنا سخن فہمانِ مصر کا ہی حصہ ہے۔ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ اردو زبان کے بعد اقبالیات کے سلسلے میں سب سے اہم کام عربی زبان میں مصر میں ہوا

ہے۔مصر میں اقبال کے فارسی و اردو کلام کا عربی زبان میں ترجمہ اس پر مستزاد ہے۔"(۳۴)

مصر کے علاوہ دیگر عرب ممالک میں اقبالیات کے حوالے سے بہت وسیع پیمانے پر نہیں بلکہ انفرادی طور پر کوششیں ہوئی ہیں اور سفارت خانہ پاکستان یا چند پاکستانیوں کی کاوشوں سے کوئی مشاعرہ یا ادبی محفل کا انعقاد نظر آتا ہے۔اس کے علاوہ یوم اقبال پر منعقد کی گئی تقریبات کی تفصیلات ملتی ہیں لیکن ان حقائق کے باوجود اقبال کے عربی مترجمین میں عبد الوہاب عزام، حسین مجیب المصری، عباس محمود العقاد، صاوی علی شعلان، سمیر عبد الحمید ابراہیم، ضیا الحسن موسوی، عمر بہاالامیری (شام)، امیرہ نور الدین (بغداد)، امین زبیری (یمن)، محمد سعید جمال الدین، مولانا ابوالحسن ندوی ڈاکٹر طٰہٰ حسین وغیرہ جیسے بڑے نام نظر آتے ہیں اور ان لوگوں کے شاگردوں اور ان سے مستفید ہونے والوں کا یہ سلسلہ نہ صرف چل رہا ہے بلکہ اس میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

اقبال اکادمی پاکستان جیسے ادارے کو چاہیے کہ وہ اپنا رسالہ "اقبال ریویو" کے اردو حصے بعنوان "اقبالیات "کو عربی میں بھی شائع کرنے کی کوشش کرے۔اس طرح عربی شناس حلقوں میں اقبال کی فکر اور پیغام کو بین الاقوامی سطح پر فروغ حاصل ہو گا۔اقبالیات کی نشر و اشاعت میں اسلام اور پاکستان کی بھلائی اور اشاعت ہے۔وہ پاکستانی جو عرب ممالک میں ہیں یا عربی سے آشنا ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے حلقہ احباب سے مل کر عربوں کو ملت اسلامیہ کے اس انقلابی نامور فلسفی، مفکر اور عظیم شاعر اقبال کی شخصیت اور عظیم کارناموں سے روشناس کروائیں۔اسلام اور قرآن کا ابدی و لازوال پیغام جسے اقبال نے اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہمیشہ زندہ رہے گا۔وہ مسلمانوں کو متحد دیکھنا چاہتے تھے اسی میں ملت اسلامیہ کی کامیابی سمجھتے تھے کہ نیل کے ساحل سے تابخاک کاشغر سب مسلمان ایک ہوں تاکہ اپنے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں۔اور الحادی قوتوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔

کلام اقبال کے عربی تراجم سے عرب کے لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ عرب ممالک میں اقبالیات کا مستقبل روشن ہے اور اقبال سے محبت کرنے والوں کی تعداد بھی بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔عربوں میں بھی بیداری کے اثرات نظر آرہے ہیں اور اب اس سائنس اور ٹیکنالوجی کے ترقی یافتہ دور میں عربوں نے دور جدید کے فتنوں کو بے نقاب کرنا شروع کر دیا ہے۔اقبال کی امیدیں رنگ لانے لگی ہیں۔عبد الوہاب عزام کی دور بیں نگاہ نے اتنا عرصہ قبل اقبال کی انقلابی آواز کو سمجھ لیا تھا۔ بقول عبد الوہاب عزام:

صوت اقبال علی شط النزار

اسمع الیقظان فی ھذی الدیار(۳۵)

(ترجمہ:اس دوری اور فاصلے کے باوجود اس دیارِ عرب میں ،میں عالمِ بیداری میں اقبال کی آواز سن رہا ہوں۔)

حوالہ جات

۱. جاوید اقبال،ڈاکٹر،زندہ رود،یک جلدی،(لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۲ء)،ص۱۴۱

۲. سعید اختر درانی،ڈاکٹر،اقبال یورپ میں،(لاہور،اقبال اکادمی،۱۹۸۵ء)ص۲۹۹

۳. مجلہ "قطاع الدراسات الانسانیۃ"،(جامعہ الازہر، قاہرہ،مصر،العدد السادس،جون ۲۰۱۰ء)، ص۳۷۳

۴. معین الدین عقیل ،ڈاکٹر،اقبال اور جدید دنیائے اسلام ،(لاہور،مکتبہ انسانیت،۲۰۰۸ء) ، ص۲۶۸۔۲۶۹

۵. محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،کلیات اقبال،اردو،لاہور،اقبال اکادمی،۱۹۹۴ء،ص۶۶۸

۶. محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،کلیات اقبال،فارسی،(لاہور،شیخ غلام علی اینڈ سنز)،ص۳۳۳

۷. عطااللہ،شیخ،مرتب،اقبال نامہ،یک جلدی مجموعہ مکاتیب اقبال،(لاہور، اقبال اکادمی،۲۰۱۲ء)، ص۶۱

۸. محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،کلیات اقبال،اردو،ص۱۵۹

۹. ایضاً ص۱۹۹

۱۰. رفیع الدین ہاشمی،ڈاکٹر، اقبالیاتی جائزے،(لاہور، گلوب پبلشرز،۱۹۹۰ء) ،ص۱۳۳

۱۱. سلیم اختر، ڈاکٹر، مرتب،اقبال ممدوح عالم،(لاہور، بزم اقبال،۱۹۷۸ء)،ص ۳۴۲

۱۲. ایضاً ص۳۵۵۔۳۵۶

۱۳. شفیق عجمی،ڈاکٹر،اقبال شناسی عالمی تناظر میں،(لاہور، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی،۲۰۱۱ء)، ص۷۰

۱۴. سلیم اختر، ڈاکٹر، مرتب، اقبال ممدوح عالم، ص۳۵۹
۱۵. ایضاً ص۳۴۴۔۳۶۱،۳۴۵
۱۶. نجیب جمال، ڈاکٹر، اقبال ہمارا، (لاہور، بیکن بکس، ۲۰۱۱ء)، ص۱۰۳
۱۷. رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، اقبالیاتی جائزے، ص۱۳۴
۱۸. شمس تبریز خاں، مولوی، مترجم، نقوش اقبال ("روائع اقبال" کا ترجمہ) از مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، (کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۷۵ء)، ص۶۔۷
۱۹. ایضاً ص۲۴
۲۰. انعام الحق جاوید، مرتب، بیرونی ممالک میں اردو، (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶ء)، ص۴۳۲
۲۱. نجیب جمال، ڈاکٹر، اقبال ہمارا، ص۱۰۳۔۱۰۴
۲۲. رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، مرتب، کتابیات اقبال، (لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۷۷ء)، ص۴۷
۲۳. شازیہ ظہیر خواجہ، مقالہ نگار، "کلام اقبال کے تراجم کا توضیحی اشاریہ"، غیر مطبوعہ مقالہ ایم اے اردو، نگران، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، (لاہور، مخزونہ، پنجاب یونی ورسٹی، ۱۹۹۱ء)، ص ۲۸۸۔۲۹۷
۲۴. انعام الحق جاوید، مرتب، بیرونی ممالک میں اردو، ص۴۲۴
۲۵. رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، مرتب، کتابیات اقبال، ص۱۹۳۔۱۹۲
۲۶. انعام الحق جاوید، مرتب، بیرونی ممالک میں اردو، ص۱۷۹۔۱۸۰
۲۷. رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، اقبالیاتی جائزے، ص۱۴۰
۲۸. انعام الحق جاوید، مرتب، بیرونی ممالک میں اردو، ص۱۸۱
۲۹. ایضاً ص۲۱۳۔۲۱۴
۳۰. رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، اقبالیاتی جائزے، ص۱۳۸۔۱۳۹
۳۱. نجیب جمال، ڈاکٹر، اقبال ہمارا، ص۱۰۵
۳۲. رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، اقبالیاتی جائزے، ص۱۳۷

۳۳. ایضاً ص ۱۳۵۔۱۳۶

۳۴. نجیب جمال، ڈاکٹر، اقبال ہمارا، ص ۱۰۲

۳۵. سلیم اختر، ڈاکٹر، مرتب، اقبال ممدوح عالم، ص ۳۴۹